# اسلامی انقلابی احیائی جدوجہد کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ

جولائی کے رسالے میں ساحل نے نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا کے زیر عنوان چند اہم مباحث، عنوانات اور سوالات کی فہرست شائع کی تھی جو عالم اسلام کی انقلابی احیائی جہادی تحریکوں سے متعلق تھے۔ ان سوالات کی دوسری قسط ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔ یہ مباحث انتہائی توجہ کے طالب ہیں اور ان پر نہایت احتیاط، صبر وتحمل اور گہرے تدبر کے ساتھ تفکر کی ضرورت ہے۔ بعض مباحث کے جواب سوال میں مضمر ہیں بعض عنوان نئے بعض موضوعات تشنہ، بعض باتیں نہایت حیرت انگیز اور بعض معلومات تحیر خیز لیکن یہ سب سوالات ہماری تاریخ سے متعلق ہیں ان سے سرسری طور پر گزرنا ممکن نہیں اور ان پر تفصیلی مباحثے کے بغیر مستقبل کے نقشے کی صورت گری بھی ممکن نہیں۔ میدان رستاخیز کے ساتھ ساتھ غار حراء بھی ہے جو ہمیں تفکر، تدبر، تدبیر اور غور وفکر کا درس دیتا ہے آیئے سوالات پڑھیے:

[۱] قوم لوط حضرت لوطؑ کی دشمن ہوگئی۔ اس قوم میں سے ایک بھی شخص آپ کی حمایت کے لیے نہیں اٹھا۔ صرف آپ کا گھرانہ بستی میں تنہا رہ گیا۔ حتیٰ کہ گھر والوں میں سے آپ کی اہلیہ بھی قوم کے ساتھ ہوگئیں۔ اس بے بسی اور بے کسی کے باوجود حضرت لوطؑ نے کسی مفاہمت، مصلحت، معاہدے، اتحاد کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس تنہائی کے عالم میں بھی آپ کے ہونٹوں پر صرف یہ دعا تھی کہ ''کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا'' اور جب یہ الفاظ آپ کے منہ سے ادا ہوئے تو انھیں سہارا مہیا کر دیا گیا۔ عالم پناہ نے انھیں اپنی پناہ میں لے لیا۔ کیا وجہ ہے کہ ہماری اسلامی تحریکوں کے قائدین اس عزم، ایمان، یقین سے محروم ہیں جو انبیاء کے پیروکاروں کا اصل اور حقیقی ورثہ ہے جس کے بغیر کبھی کامیابی نہیں مل سکتی کیا ہم ان الفاظ کو ادا کرنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھے ہیں اور صرف معاہدوں اور مصلحتوں پر زندہ رہیں گے؟ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ ''خواہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خود مسلم بن کر رہوں [۲۷:۱۰] رسالت مآبؐ کو حکم دیا گیا کہ ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔ قرآن کے ان احکامات پر عمل کے بجائے ہماری تحریکیں احکام اسلام سے منحرف ہو کر سیاست کی خاطر عالم کفر سے سمجھوتوں، مصلحتوں، مصالحتوں میں کیوں مصروف ہیں؟ [۲] قصص القرآن سے یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو صرف اس کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک و برباد کیا اور تمکن فی الارض، اور استخلاف فی الارض ان مومنین کو عطا کیا جو گناہوں سے محفوظ تھے۔ سورہ یوسف کا پیغام یہی ہے کہ حالات کتنے ہی مخالف ہوں ریاست اور طاقت کے مراکز ایمان والوں کے کتنے ہی دشمن ہوں اہل ایمان راہ حق پر استقامت کے ساتھ گام زن رہیں اور اپنے کردار کا وہ نمونہ پیش کریں کہ ہر ایک اس کردار کے آگے سر بسجود ہونے پر مجبور ہو جائے کردار کی زندہ شہادت وہ ہتھیار ہے جو ہر قوم کو فتح کرتا ہے اور ہر قلب کو تسخیر کر لیتا ہے۔ نتائج سے بے پروا ہو کر حضرت یوسفؑ کی طرح کسی مصالحت سے بالاتر ہو کر تکلیف موت، قید کو قبول کر لینا انبیاء کے وارثوں کا کام ہے جو حضرت یوسفؑ کی طرح زلیخا کے اس فرمان پر کہ اگر میرا کہا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا''۔ [سورہ یوسف] یہ ردعمل ظاہر کریں کہ ''اے میرے رب مجھے قید منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں''۔ [سورہ یوسف] واضح رہے کہ زلیخا کا گناہ ثابت ہو چکا تھا۔ حضرت یوسفؑ کے دامن کی گواہی کے بعد عزیز مصر نے حضرت یوسف کو بے گناہ قرار دے دیا تھا۔ لیکن مصر کی ریاست اخلاقی خباثت کی اس انتہا پر تھی کہ عزیز کی ملکہ اور اکابرین مصر کی عورتوں اور تمام مملکت نے اس پاک باز شخص کے لیے قید کا اعلان کیا پوری قوم اجتماعی ضمیر کی نعمت سے محروم تھی۔ اس کے باوجود حضرت یوسفؑ نے مصالحت ومفاہمت اپنے بچاؤ، قیام، زندگی کے لیے کوئی سودا نہیں کیا۔ مصلحت ومصالحت سے انکار اور حق کے موقف پر اصرار کے باعث وہ طویل عرصے تک منظر سے غائب رہے اور جیل کی دیواروں میں بند رہے ان کے لیے نہ جلوس نکلے نہ جلسے ہوئے نہ ان کا کوئی پرسان حال تھا نہ کوئی ٹولی نہ جتھہ نہ حامیوں کا گروہ جو مطالبوں اور احتجاج کی سیاست کے ذریعے ان کی رہائی کی کوشش کرتا لیکن حق

پر ان کا قیام ہی ان کے عروج کا اعلان بن گیا۔ جب وہ قید سے واپس تشریف لائے تو اس خبیث ترین معاشرے کی ملکہ نے اعتراف کیا ''بے شک یوسفؑ سچا ہے'' ان آبرو باختہ عورتوں نے گواہی دی کہ ''ہم نے یوسفؑ میں بدی کا شائبہ تک نہ پایا'' یہ وہی عورتیں تھیں جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لینے کے بعد کہا تھا کہ ''یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے''۔ حضرت یوسفؑ کے کردار کی خوشبو ان کے دشمنوں کی شہادت سے پھیل رہی تھی۔ انھوں نے اپنے کردار عمل اور عزیمت سے ثابت کر دیا تھا کہ ان سے زیادہ نیک، دیانت دار، صاحب علم، قابل اعتماد، فرد پورے مصر میں کوئی نہیں ہے۔ اس شہادت نے ان کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار کیا اور انھیں کردار کی عظمت کی بدولت انعام کے طور پر تمکن فی الارض عطا کیا گیا۔ اس واقعے کا پیغام یہی ہے کہ کفر اور شرک کے نظام سے جھوٹ، مصلحت، مصالحت، منافقت، مفاہمت کی سیاست کے بجائے کلمہ حق کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ استخلاف فی الارض اپنے انہی بندوں سے ہے جو اپنے گناہ کی صلاحیت کو اس درجہ مفلوج کر دیں کہ فرشتوں کی سطح پر آجائیں اور ان کے کردار کی گواہی دینے کے لیے بدکردار لوگ جوق در جوق آنے لگیں گناہ خواہش نفس ہے۔ خواہش نفس کو مٹا دینا ایمان کی زندگی کا لازمی تقاضہ ہے۔ دنیا میں اہل دین کے اقتدار اور تمکن کے لیے گناہوں سے گریز اور خواہش نفس سے پرہیز بنیادی شرط ہے۔ کیا ہماری اسلامی تحریکیں اس شرط کو پورا کر رہی ہیں؟ پائیدار اور کامل اقتدار گروہ مومنین کو یا کسی مومن کو نیکی کی آخری انتہا تک پہنچنے کے بعد ہی ملتا ہے نہ کہ مصلحت غلاظت اور مفاہمت میں آخری حد تک لتھڑ نے کے بعد۔ ایک اہم تجزیہ۔ [۳] سورہ یونس میں ارشاد ہوا اہل ایمان اور متقیوں کے لیے کسی خوف و رنج کا موقع نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم پر یہ حق ہے کہ مومنوں کو بچالیں حقاً علینا ننج المومنین [۱۰:۱۰۳] حضرت یوسفؑ کا ارشاد ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی تقویٰ سے کام لے اور صبر کرے تو اللہ کے ہاں ایسے نیک لوگوں کا اجر مارا نہیں جاتا۔ [یوسف: ۹۰] اللہ اس مثال سے حق و باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ [الرعد: ۱۷] ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔ یہ انعام ہے اس کا جو میرے حضور جواب دہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو انھوں نے فیصلہ چاہا تھا اور ہر جبار دشمن حق نے منہ کی کھائی۔ [ابراہیم: ۱۳، ۱۴] پس اے نبی آپ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ اللہ کبھی اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا ہے۔ [ابراہیم: ۴۷] اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔ [الحجر: ۵۶] شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ [النحل: ۹۹] اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اور احسان سے کام لیتے ہیں۔ [النحل: ۱۲۸] دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ [مومنین] کو دوسرے گروہ پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔ [نبی اسرائیل: ۲۱] مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے [الانبیاء: ۱۸] جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ اللہ دنیا و آخرت میں اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اسے چاہیے کہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر شگاف لگائے اور پھر دیکھ لے۔ [الحج: ۱۵] یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔ [الحج: ۳۸] جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ [النور: ۵۷] آخرت کا گھر ان کے لیے جو زمین اپنی بڑائی علواً فی الارض نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ [القصص: ۸۳] جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم راستے دکھائیں گے [العنکبوت: ۶۹] پھر جنھوں نے جرم کیا ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں و کان حقاً علینا نصر المومنین [الروم: ۴۷] اے نبیؐ اللہ سے ڈریے اور کفار و منافقین کی باتوں پر کان نہ دھریے۔ [الاحزاب: ۱] اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہو گیا۔ [الاحزاب: ۲۵] ہم نے نوحؑ کو اور اس کے گھر والوں کو کرب عظیم سے بچا لیا اس کی نسل کو باقی رکھا اور بعد کی نسلوں میں اس کی تعریف و توصیف چھوڑ دی سلام ہے نوحؑ پر ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیا کرتے

ہیں۔[الصافات:۷۶،۸۰] اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔اور ہمارا ہی لشکر غالب ہو کر رہے گا۔[الصافات:۱۷۱] میرا ولی تو وہ خدا ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک آدمیوں کی حمایت کرتا ہے۔[الاعراف:۱۹۶] اور تمہاری جمعیت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو تمہارے کام نہ آسکے گی۔اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔[الانفال:۱۹] جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔[الانفال:۴۵] مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق ہرگز نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بہ ظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔[آل عمران:۲۸] یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔[المومن:۵۱] جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر وہ ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔[حم السجدہ:۳۰] قرآن کی یہ آیات اور بشارتیں اہل ایمان کے ان گروہوں کے لیے ہیں جو اللہ کے دین خالص پر عمل کرتے ہوئے اپنی سعی و جدوجہد کو قرآن وسنت کے خالص طریقے پر [کافرانہ طریقوں سے الگ ہو کر جاہلیت خالصہ سے بچ کر حکمت، مصلحت، مصالحت اور کفر وطغیان سے سمجھوتوں کے بغیر] انجام دیں تاریخ بتاتی ہے کہ مومنین کے ایسے گروہ ہمیشہ کامیاب ہوئے اگر کامیابی جلدی نہ ملی تو تاخیر سے ملی۔[اللہ کے یہ وعدے سچ اور حق ہیں کیونکہ **لایخلف اللہ وعدہ** اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔] ان کی زندگی میں نہیں مل سکی تو ان کی شہادت اور موت کے بعد غلبہ حق عطا ہو گیا۔ان آیات کی روشنی میں تمام عسکری تحریکوں اور احیائی انقلابی اسلامی تحریکوں کا پہلا محققانہ جائزہ جس سے مجاہدین اور تحاریک اسلامی کی کامیابی کی عالمی تاریخ مرتب ہو جائے گی اور ناکامیوں کی وجوہات کا تعین بھی ہو سکے گا۔انشاءاللہ یہ جائزہ اسلامی انقلابی احیائی تحریکوں کو اپنے ماضی کا جائزہ لینے اور مستقبل کے لائحہ عمل کے لیے مہمیز کام دے گا۔[۴] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ حضرت موسیٰؑ کے معجزوں کے مقابلے کے لیے فرعون نے اپنے جادوگروں کو جمع کیا۔مقابلہ ہوا تو فرعون کے جادوگر شکست کھا گئے اور بے اختیار سجدے میں گر گئے اور فرعون کے سامنے اللہ رب العزت پر ایمان لانے کا بے باکانہ اعلان کر دیا۔قرآن کے الفاظ میں ''اور جادوگروں کا یہ حال ہوا کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انھیں سجدے میں گرا دیا۔''[الاعراف:۱۲۰] فرعون نے جادوگروں کے ہاتھ پیر کاٹنے کی دھمکی دی تو وہ خوف زدہ نہ ہوئے اور کہا کہ ''اے رب ہم ایمان لے آئے ہم پر صبر کا فیضان کر فرعون کی جانب سے موت کی دھمکی کے جواب میں انھوں نے کہا کہ'' کچھ پروا نہیں ہم اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے اور ہمیں توقع ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ معاف کر دے گا۔[الشعراء:۵۰] یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم روشن نشانیاں آنے کے بعد بھی صداقت پر تجھ کو ترجیح دیں تو جو کچھ کرنا چاہے کر لے تو زیادہ سے زیادہ بس اس زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔[طٰہٰ:۷۲] کیا وجہ ہے کہ عصر حاضر کی سیاسی اسلامی تحریکیں اس ایمان ویقین سے خالی ہیں جو دربار فرعون کے جادوگروں کو عطا ہو گیا تھا۔اسلامی تحریکوں نے پچاس برس میں مصلحت، مفاہمت اور سمجھوتوں کی جو سیاست کی اس کے نتیجے میں ہر جگہ ناکامیاں اور رسوائیاں مقدر بنیں۔پاکستان، ترکی، مصر، سوڈان، اردن، ملیشیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔کیا اسلامی تحریکوں کو اس بات پر غور کی ضرورت نہیں کہ وہ ایمان کی تجدید کریں، رب سے استغفار طلب کریں اور اللہ رب العزت سے جادوگران فرعون جیسے یقین کی طلب گار ہوں؟[۵] قرآن حکیم میں ارشاد ہوا کہ پہلے ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ''فرقان'' ''ضیاء'' اور ''ذکر'' عطا کر چکے ہیں۔[الانبیاء:۴۸] رسالت مآبؐ کے لیے بھی ارشاد ہوا ''نہایت متبرک ہے وہ جس نے ''فرقان'' اپنے بندے پر نازل کیا۔[فرقان:۱] سورہ انفال میں ''فرقان'' کی بشارت تمام مومنین کو دی گئی اور ارشاد ہوا ''اے ایمان والو اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے فرقان بہم پہنچائے گا۔[**یجعل لکم فرقاناً**] اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا اہل ایمان سے فرقان کا

وعدہ اس لیے کیا گیا تا کہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کی صلاحیت حاصل کرسکیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے فیصلے جوملت کی تاریخ پر مرتب ہوسکتے ہیں اس فرقان کی روشنی میں طے کریں یہ وہ کسوٹی ہے جوایک مردمومن سے لے کر مومنوں کی قیادت کوصحیح فیصلہ کی صلاحیت بخشتی ہےلیکن اسلامی سیاسی تحریکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کی قیادت بحیثیت مجموعی اس کسوٹی سے یا تو محروم ہے یا اس کے ہوتے ہوئے اس کسوٹی سے استفادہ کی اہلیت نہیں رکھتی یا اس معاملے میں تساہل وتغافل کا شکار ہے۔ عالمی اسلامی تحریکوں نے گزشتہ ۵۰ برسوں میں اس کسوٹی کے بغیر جوغلط سلط فیصلے کیےاس کے باعث کیا منزل کچھ اور دور ہوگئی ہے؟ ان فیصلوں کا پہلا محاکمہ۔ [٦] سورہ زمرہ میں ارشاد ہوا اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنھوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈال دیا خوب سن رکھو یہی کھلا دیوالیہ ہے۔ [۳۹:۱۵] دوسری جگہ ارشاد ہوا بچاؤ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے'' یہ خاندان کے سربراہ کی بنیادی ذمہ داری ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوا انذر عشیرتک الاقربین اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ سورہ طور میں ارشاد ہوا ''اہل جنت جب آپس میں باتیں کریں گے تو کہیں گے کہ ہم اپنے اہل وعیال کے درمیان ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے''۔ اہل جنت وہ ہوں گے جو دنیا میں اپنے گھر والوں میں مگن نہ تھے بلکہ گھر والوں کی بہت خبر گیری کرتے تھے۔ اس کے برعکس اہل جہنم کا حال یہ ہے کہ ''وہ اپنے گھر والوں ہی میں مگن تھا اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ [انشقاق: ۱۴] مجرم دنیا میں اہل ایمان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر اشارے کرتے اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے۔ [المصطفین: ۳۲] قرآن بتاتا ہے کہ ''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو۔ [التغابن: ۱۴] اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ [المنافقون: ۹] اپنے اہل خانہ کو قریبی رشتہ داروں کو آگ سے بچانا ان کی اس طرح تعلیم وتربیت کرنا کہ وہ دین کے سچے خادم، عابد زاہد اور ساجد بن جائیں۔ ہر مسلم کی بنیادی ذمہ داری ہے لیکن اسلامی احیائی انقلابی تحریکوں کا سارا کام اپنے گھر اور خاندان کے بجائے بیرون خاندان، بیرون ملک، اور خارجی دنیا پر مرکوز ہے۔ یہ تحریکیں گھر کو معاشرت کو اپنے عزیز واقارب کو بدلنے، راہ راست پر لانے کے بجائے اقتدار کے چہروں کو بدلنے کے لیے توانائیاں وقف کر دیتی ہیں۔ خاندان، رشتہ دار اور اہل وعیال کو ان تحریکوں کے یہاں مرکزی اہمیت حاصل نہیں ہے اس لیے جماعت اسلامی جیسی تنظیم کے پاس بھی مطبوعہ مواد میں معاشرت اور خاندان پر کوئی قابل ذکر کتاب نہیں ملتی۔ مساجد میں اہل دین نماز کے لیے آتے ہیں لیکن عموماً ان کے بچے نماز کے لیے نہیں آتے۔ فجر کی نمازوں میں شریک نمازیوں کے بچے عموماً نماز میں شریک نہیں ہوتے۔ آخر کیوں؟ کیا وجہ ہے کہ اسلامی تحریکوں نے خاندان، بال بچوں، اہل وعیال کو وہ اہمیت نہیں دی جو انقلابِ امامت اور سیاست کو دی ہے؟ دینی افراد اپنے گھر والوں کو وقت بھی نہیں دیتے لہٰذا ان کی معاشرت پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ اپنے گھر میں اجنبی، غیر مانوس سمجھے جاتے ہیں، ان کا گھروں سے تعلق صرف سونے اور کھانے تک محدود ہوتا ہے کیونکہ وہ گھر پر محنت کرنے اور وقت دینے کے بجائے پوسٹر لگانے، پمفلٹ بانٹنے، جلسہ جلوس کرنے اور اجتماعات میں شرکت کو ہی اصل دین سمجھتے ہیں، گھر والوں اور اہل وعیال سے یہ دوری ہمارے معاشرتی نظام پر کس قدر مہلک اثرات مرتب کررہی ہے اس کا پہلا تجزیاتی مطالعہ۔ [۷] سورہ المومن کی آیت ۴۷ میں جنت کی وراثت الارض مومنین کے لیے خاص کی گئی سورہ زمر اور دیگر مقامات پر بھی مومنین کے لیے وراثت ارض کا مطلب آخرت میں جنت بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے بعض انقلابیوں نے اپنی ناکامیوں کا جواز ثابت کرنے کے لیے یہ استدلال کیا ہے کہ مومن کو وراثت ارض اس دنیا میں ملنا ضروری نہیں ہے لیکن اس دنیا میں لازمی ملے گی کیا یہ نقطہ نظر مکمل طور پر درست ہے یا جزوی طور پر آیات قرآنی اور اکابر مفسرین کے دلائل کی روشنی میں اپنی نوعیت کا منفرد تجزیہ ملاحظہ کیجیے۔ [۸] سورہ مومن آیت ۷ ۸ میں فرشتوں کی دعا ایمان لانے والوں کے حق میں بیان کی گئی ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا

وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ٥ رَبَّنَا وَاَدْخِلْھُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّھُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اے ہمارے رب داخل کر ان کو ہمیشہ رہنے والی ان جنتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں۔ [ان کو بھی وہاں ان کے ساتھ پہنچا دیجیے] غیر صالح اولاد، والدین اللہ کی رحمت و مغفرت کے مستحق نہیں ہوں گے پھر اولاد کو صالح بنانے کے لیے اسلامی تحریکوں کی جدوجہد اس قدر کم زور کیوں ہے؟ کیا صالح معاشرت صالح خاندان، صالح نسل کے بغیر وجود پذیر ہوسکتا ہے؟ معاشرت انسانی زندگی کے ننانوے فیصد حصے پر محیط ہے لیکن اسلامی انقلابی تحریکوں کے ادب، کتب، مضامین رسائل و جرائد میں معاشرت کو برائے نام اہمیت بھی حاصل نہیں آخر کیوں؟ [۹] قرآن حکیم کا حکم ہے کہ کامیابی پر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو۔ [۱۰:۳] پوری اسلامی تاریخ میں کبھی کامیابیوں پر بھنگڑے، جلوس، جلسے، یوم تشکر، بیان بازی، ضمیمہ جات، اپنی تعریفوں پر مبنی قصیدوں کے اشتہارات اور تشہیر کی کوئی روایت نہیں ملتی لیکن اسلامی تحریکوں نے جدیدیت کے زیر اثر ان تمام رسوم و روایات کو نہایت خوش دلی کے ساتھ اختیار کر لیا ہے۔ کیا یہ رویہ نص کی خلاف ورزی نہیں؟ ایک محاکمہ [۱۰] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ سورہ آل عمران کی آیت برّ ''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں [اللہ کی راہ میں] خرچ نہ کرو جنھیں تم عزیز رکھتے ہو۔ [آل عمران: ۹۲] کی تشریح میں حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے لکھا ہے ''یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔ یوں ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود و نصاریٰ کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب تک وہی اللہ کے راستے میں نہ چھوڑیں درجہ ایمان نہ پائیں گے'' عصر حاضر کی اسلامی تحریکوں کا مسئلہ بھی ریاست قوت طاقت حکومت اقتدار پارلیمینٹ، وزارت اور سفارت ہے وہ کُل دین کو حصول اقتدار کی جدوجہد میں موجود، محصور، محدود اور مقید سمجھتے ہیں اور رضائے الٰہی کے لیے حصول اقتدار کے سوا کسی طریقے کو علماً اور عملاً درست طریقہ نہیں سمجھتے بلکہ اس طریقے کو اختیار نہ کرنے والی جماعتوں اور گروہوں کو نہایت حقارت سے دیکھتے اور تضحیک سے پیش آتے ہیں جس طرح بنی اسرائیل کے دلوں میں گائے کی محبت نے گھر کر لیا تھا عہد حاضر کی اسلامی تحریکوں کے دل میں انتخابی بچھڑے کی محبت گھر کر چکی ہے۔ کیا انتخابی گائے کے ذبیحے کے بغیر یہ تحریکیں کوئی نتیجہ حاصل کرسکیں گی؟ کیا انتخابات ہی رضائے الٰہی کے حصول کا واحد، موثر طریقہ اور مختصر ترین راستہ ہے کیا انبیاء کی تاریخ، قصص القرآن اور امت مسلمہ کی تاریخ اس نقطہ نظر کی تصدیق کرتی ہے؟ کیا وجہ ہے کہ انبیاء اپنی امتوں سے کسی اجر کے طلب گار نہ ہوتے تھے اور صرف یہ کہتے تھے کہ ہم تو تمہاری آخرت ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے رب کے راستے کو اختیار کر لو اس کے سوا ہمارا تم سے کوئی تقاضہ نہیں۔ اس کے برعکس انبیاء کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والی اسلامی سیاسی تحریکیں ہر اچھے کام، ہر اقدام کا معاوضہ ووٹ یا چندے کی صورت میں طلب کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی پاکی اور پاکیزگی کردار کو بھی ووٹ کے معاوضہ کے لیے بطور جواز پیش کرتی ہیں ہم سے زیادہ ایماندار کوئی نہیں لہٰذا تمہاری قیادت کے مستحق ہم ہیں۔ اس پرکاری کے باوجود ہر جگہ شکست کھاتی ہیں اور ہر سیاسی شکست ان کی اخلاقی برتری کے دعوؤں کو کم زور سے کم زور کرتی چلی جاتی ہے۔ کیا مذہبی سیاسی جماعتوں کے لیے ریاست حکومت اقتدار کی قربانی ناگزیر نہیں ہے تاکہ وہ دین کے ہمہ گیر نفوذ اور نفاذ کے لیے جمہوریت کی تنگنائے سے نکل کر بحر بے کراں ہو جائیں؟ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں نے گزشتہ پچاس برسوں میں جمہوری مغربی سیاسی نظام کی پیروی کر کے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک اہم تجزیہ۔ [۱۱] سورہ مائدہ کی آیت ۳ ''آج کفار کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ فلا تخشوھم واخشونِ [۵:۳] کی تفسیر میں بعض اکابر علماء نے لکھا ہے کہ تکمیل دین اسلام کے بعد اب کسی ناسخ کے آنے کا امکان باقی نہیں رہا۔ ان حالات میں کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لہٰذا اس محسن اعظم اللہ رب العزت کی ناراضگی کے خوف سے ڈرتے رہو

کیوں کہ یہ خوف، خشیت، تقویٰ اور لرزہ ہی وہ خصوصیات ہیں جس کے باعث مسلم امت کو کفار سے کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اگر یہ خوف اور خشیت رخصت ہوگئی تو اللہ تمہارے دلوں پر دشمن کا خوف طاری کر دے گا۔ کیا امت مسلمہ کے زوال کی اصل وجہ خشیت الٰہی، تقویٰ پاکیزگی کی زندگی سے محرومی کے سوا بھی کچھ اور ہے؟ کیا گناہگار عالم اسلام مغرب پر غلبہ پا سکتا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ اسلامی احیائی، انقلابی تحریکیں امت میں تقویٰ اور خشیت الٰہی پیدا کرنے پر کوئی توجہ نہیں دے رہیں ان کی ساری توجہ سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی، تعلیم، انتخابی سیاست پر مرکوز ہے۔ کیا صرف ان راستوں سے اسلامی انقلاب کا سورج کبھی طلوع ہوسکتا ہے؟ ایک اہم تجزیہ۔

[۱۲] اسلامی احیائی تحریکوں کا دعویٰ ہے کہ وہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کے زیور سے آراستہ ہیں۔ کیا یہ دعویٰ کاملاً درست ہے یا جزوی طور پر اسے درست تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ تقویٰ کا ایک اہم ترین مظہر قرآن حکیم کی زبان میں عدل وقسط ہے یعنی دوست دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا یہ مضمون سورہ مائدہ آیت ۸ میں بیان کیا گیا ہے ''عدل کرو یہ رویہ تقویٰ سے مناسبت رکھتا ہے عدل وقسط کے ذریعے ہی تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ عدل غیروں کے لیے بھی لازم ہے اور اپنوں کے لیے بھی ضروری۔ ایسا عدل وانصاف جسے کوئی دوستی دشمنی نہ روک سکے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا خوف اور اس کی شان انتقام کا لرزہ ہے۔ عدل کا مطلب ہے کہ افراط و تفریط کے بغیر ہر شخص فرد قوم ملت گروہ سے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل وانصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دو پلّوں میں کسی پلّے کا نہ جھکا سکے۔ کیا ہماری اسلامی انقلابی احیائی تحریکیں عدل وقسط کی اس کیفیت کو حاصل کر چکی ہیں؟ کیا ان کے افکار، جذبات، میلانات رجحانات تعلقات اپنے کلمہ گو مسلمانوں اور کلمہ گو تحریکوں کے ساتھ کامل عدل وقسط کی بنیاد پر قائم ہیں؟ نہایت ایمانداری کے ساتھ شہادت دی جائے تو یہ شہادت منفی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ جو تحریکیں کلمہ گو مسلمانوں اور تحریکوں کے بارے میں جادۂ اعتدال سے ہٹ گئی ہیں اور بین المسلمین عدل وقسط کی شرائط ناقص درجے میں بھی پوری کرنے سے قاصر ہیں تو یہ تحریکیں دنیا میں عدل وقسط کا نظام کیسے نافذ کر سکتی ہیں؟ کیا اسلامی انقلاب کی راہ میں اصل رکاوٹ اسلامی گروہوں اور تحریکوں کا یہی غلط رویہ تو نہیں ہے؟ کیا پے در پے ناکامیوں کے باوجود ہماری تحریکوں نے اس موضوع پر اپنا ناقدانہ جائزہ لینے کی کبھی کوشش کی ہے؟ یہ تحریکیں جو دنیا بھر پر تنقید کرتی ہیں کیا انھوں نے خود کبھی اپنا بھی بے رحمانہ تنقیدی جائزہ لیا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر دوسروں پر بے رحمانہ تنقید کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ کیا عالم اسلام کی موجودہ اہم ترین سیاسی انقلابی احیائی اسلامی تحریکوں یا گروہوں کے ذخیرہ ادب [Litrature] میں کوئی ایک ایسی کتاب دکھائی جاسکتی ہے جس میں انھوں نے خود اپنی غلطیوں، خامیوں، کمزوریوں، تسامحات کا اعتراف کیا ہو اور ان سے رجوع کرنے میں انھیں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوئی ہو؟ ظاہر ہے یہ تحریکیں اور ان کی قیادت فرشتے نہیں ہیں لیکن ان تحریکوں کا اپنی قیادت کے بارے میں اور ان کی قیادت کا اپنی تحریکوں کے طریقہ کار کے بارے میں رویہ ناقدانہ کیوں نہیں ہے؟ ''خلافت وملوکیت'' جیسی کتاب لکھ کر اگر خلافت راشدہ کو نوکِ تنقید پر رکھنے کی افسوس ناک جرات کی جاسکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کتاب کا حامل گروہ اپنی ناکامیوں، خامیوں اور پسپائیوں کا اسی جارحانہ انداز میں تحریری جائزہ کیوں پیش نہیں کرتا؟ کیا انقلابی قیادت حضرت عثمانؓ کی عظمت سے بڑھ کر عظیم ہے؟ انقلابی قائدین اور تحریکوں کی عصمت کی حفاظت نے تجدید دین کے کام میں کیا مسائل پیدا کیے ہیں ان کا اہم محاکمہ۔ اسلامی تحریکوں کی نہایت بنیادی کمزوری کا پہلا تحقیقی جائزہ۔ [۱۳] اس نقطۂ نظر کا جائزہ کہ امام ابوحنیفہؒ نے خلیفہ وقت سے تمام تر اختلافات کے باوجود کبھی مسلح جدوجہد، احتجاج، ہنگامہ آرائی، جلسہ جلوس، مطالبات اور احتجاجی بیانات کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا۔ ریاست کی مخالفت کا سارا رخ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اپنی ذات تک مرکوز رکھا جس کے نتیجے میں ان کا مکتب فکر، ان کا حلقہ درس، ان کے تلامذہ ان کے علمی کام کو کسی قسم کا کوئی گزند نہ پہنچا بلکہ ان کی جرأت، عزیمت، قربانی اور ایثار کے باعث فقہ حنفی کو شرق سے غرب تک پذیرائی حاصل ہوئی۔ اگر امام ابوحنیفہ ردعمل کی سیاست کا شکار ہوتے تو کیا یہ نتائج حاصل ہو سکتے تھے؟ یہی رویہ

امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کا رہا۔ ان کے شاگردوں، متوسلین، حامیوں کا حلقہ معاشرے کی صفوں سے لے کر ریاست اور فوج کی صفوں تک محیط تھا لیکن ان ائمہ نے اپنے حامیوں کو مقابلے پر لانے، عسکری جدوجہد کرنے کے بجائے اپنی ذات، ہستی، شخصیت اور اپنی پیٹھ کو کوڑوں کے لیے پیش کر کے امت کو حفاظت کے ساتھ اپنی علمی میراث اور اس کا تحفظ کرنے والی علماء فقہاء صوفیاء کی ایک منظّم جماعت کو منتقل کر دیا۔ ظلم وتشدد سہنا صبر کی آخری منزل ہے۔ اس کے نتیجے میں ظلم کی رات خواہ کس قدر طویل ہو لیکن ظلم کا اقتدار اسی قدر کم زور، ناپائیدار اور بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ اور دعوت دین ردعمل میں نہایت شدت سے پھیلتی ہے۔ مظلوم کے لیے ہمدردی اور محبت کا بادل پورے عالم کو محیط ہو جاتا ہے۔ توانائی ضائع کرنے کے بجائے اس کی سمت بدل دینا حکمت دین کا تقاضہ ہے۔ سب کو شہادت کے لیے تیار کرنا آسان ہے لیکن زمین کو محسنین کے وجود سے خالی کر دینا حکمت کا تقاضہ نہیں۔ ان ائمہ کو اپنے اپنے شہروں میں بلکہ خلافت عباسیہ میں عمومی قبولیت حاصل تھی لیکن انھوں نے کبھی اپنے حامیوں کو جتھے کی صورت میں منظّم کر کے ریاست سے لڑنے کی دعوت نہیں دی۔ آخر کیوں؟ کیا ائمہ کا یہ رویہ ہماری اسلامی اصلاحی انقلابی احیائی تحریکوں کی نظر سے اوجھل ہے؟ [۱۴] کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ شہادت مطلوب، مقصود مومن ہے لیکن شہادت اسی طریقے سے طلب کی جائے گی جو قرآن وسنت اور تعامل امت سے ثابت ہے۔ موت سے معانقہ بھی اسی طرح کیا جائے گا جو اجماع سے ثابت ہے کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ شہادت میں بھی جدیدیت پسندی کی روایت کا اتباع جائز نہیں؟ [۱۵] ایک سوال شدت سے بار بار اٹھایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے شہر کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے شہر کے چند محلوں میں اپنی عمل داری قائم نہ کر سکے جن کی آواز پر ان کے مکتب فکر کے علماء نے معاونت سے انکار کر دیا۔ انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ عسکری جدوجہد کا بیڑہ اٹھا لیں۔ عسکری جدوجہد اس وقت شروع کی جاتی ہے جب دعوت کی علمیت غالب ہو جائے اور جب دعوت یا انقلاب اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو جائے اور اہل حق کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ پیدا ہو جائے، جب یہ مرحلہ آ جائے تو اس مرحلے کی تیاری بھی اس کے آخری درجے تک کی جائے گی پھر یا تو حق اور اہل حق زمین پر رہیں گے یا باطل کا نظام باقی رہے گا۔ اس یقین کے ساتھ جہاد کا آغاز کیا جاتا ہے کیا یہ مرحلہ ہماری انقلابی تحریکوں نے سر کر لیا ہے؟ یہ درست ہے کہ موت کی تمنا بے تابانہ طلب سچائی کی علامت ہے لیکن کیا موت کے تمنائی سمجھوتوں، ثالثوں، معاہدوں، پروپیگنڈہ وار، مذاکرات، میڈیا وار کے سہارے زندہ رہتے ہیں یا میدان جنگ میں سپر لے کر چلتے اور قضاء کے تیروں کا والہانہ استقبال کرتے ہوئے اپنے لہو کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں نہایت مسرت، بے تابی، سرعت بے باکی کے ساتھ پیش کر کے نظام حاضر موجود کو زبر وزیر کر دیتے ہیں کیا یہ نقطہ نظر درست ہے؟ [۱۶] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ عالم اسلام کی انقلابی تحریکوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ سمجھتی ہیں کہ تمام مسلمان شریعت کے نفاذ کے متمنی ہیں۔ ہر شخص کا قلب و ذہن نفاذ شریعت کے برکات وثمرات کا منتظر ہے موجودہ آمرانہ نظام حکومت اس طلب وتمنا کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور جمہوری عمل کے فروغ کے ذریعے شریعت کا غلبہ عالم پر ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ عوام الناس کی اصلاح، ان کے تزکیہ، ان کی تطہیر اعمال کے لیے کوئی انقلابی منصوبہ نہیں رکھتے اور عوام کی اسلام سے وابستہ چند ثقافتی وتاریخی جذباتی رشتوں کے ذریعے ان کو دین کی طرف مائل دیکھتے ہیں۔ [۱۷] اسلامی تحریکوں کے پاس روحانی تزکیہ اور فروغ روحانیت کا کوئی مربوط نظام موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو بندگی نفس سے نکال کر بندگی رب کے سانچے میں ڈھال سکیں لہٰذا یہ تحریکیں حقوق کی سیاست کے ذریعے لوگوں کو نفس کی پرستش میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ان تحریکوں کے قائدین اور ان کی کتابوں میں روحانی نظام رشد وہدایت اور تزکیہ نفس کے بارے میں مکمل سکوت ہے۔ یہ تحریکیں فرض کرتی ہیں کہ تزکیہ نفس اصلاح معاشرہ کی جدوجہد کا لازمی حاصل ہے۔ کیا یہ خیال درست ہے؟ [۱۸] علماء اور فقہاء نے مختلف خطوں کے عوام کے مقامی کے رسوم رواج کو شریعت کے سانچے میں ڈھال کر ان کی معاشرت وثقافت کے اندر ثقافتی روحانیت برپا کر دی لیکن احیائی تحریکیں ظاہریت پر اصرار کرتی ہیں، مقامی رسوم ورواج جو شریعت سے متصادم نہیں ہیں ان کا بھی رد کرتی انھیں بدعت بلکہ کفر

تک قرار دیتی ہیں اوران میں کسی قسم کی اصلاح کی قائل نہیں۔ رسوم و رواج کی مذہبیت کے بغیر ایک شخص کی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو مذہبی نہیں بنایا جاسکتا۔ رسوم و رواج فرد کو اسلامی تہذیب کے دائرے میں اس قدر محصور کرتے ہیں کہ وہ اسلامی روحِ تہذیب سے اوپر اٹھنے، باہر نکلنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اسلامی تحریکوں کی تمام تر کتابیں، کیسٹ، خطبات، دعوت فرد کی عقل سے خطاب کرتی ہے۔ وہ انسان کے باطن اوراس کے من کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ اس کی روح کے تاروں کو چھیڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، ان کتابوں کو پڑھنے کے نتیجے میں ایک منطقی، عقلی، کلامی وجود تشکیل پاتا ہے جو دین کی ساری حکمت بحث ومباحثے مجادلے مناظرے اور علمی و عقلی چونچلوں میں تلاش کرتا ہے اور روحانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس رویے، طریقے کا دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس کی تمام تر توجہ آخرت سے ہٹ کر دنیا پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ ایسی شخصیت عوام کے لیے کرشماتی اور مقناطیسی نہیں رہتی، اس کھردری مذہبی شخصیت کو عوام پسند نہیں کرتے، اس سے فاصلہ محسوس کرتے ہیں لہٰذا ان کے دلوں میں ان شخصیات کے لیے تقدس اور محبت کے جذبات ناپید ہو جاتے ہیں۔ مذہبی تحریکوں کے نظام میں کارکنان کا تزکیہ نفس ثانوی، وقتی اور قطعاً ناقابل توجہ کام بن چکا ہے۔ سالانہ، ششماہی، تربیت گاہیں، روحانی بحران کا ناکافی علاج ہیں لہٰذا ان تحریکوں میں روحانی بحران بڑھتا جا رہا ہے۔[۱۹] اسلامی تحریکیں اقتدار کی خاطر عموماً وہ تمام سیاسی حربے استعمال کرتی ہیں جو سیکولر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں اس لیے اگر دنیا میں کہیں ان جماعتوں کو شہروں کی سطح پر ضلعی اقتدار یا قومی سطح پر ملکی اقتدار جوڑ توڑ کی سیاست کے ذریعے مل بھی جاتا ہے تو انھیں حکمت، معاملہ فہمی، قوت فیصلہ کی صفت نہیں ملتی قرآنی اصطلاحات میں گفتگو کی جائے تو ان تحریکوں کی قیادت کو علم، حُکم، فصل الخطاب کی صفت، نفس، مطمئنہ، قلب مطمئنہ، تاویل الاحادیث کی صلاحیت، وقت پر صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت عطا نہیں ہوتی اسی لیے اسلامی تحریکوں کی حکومتوں اور عام سیکولر حکومتوں میں کوئی بنیادی فرق نظر نہیں آتا کیا یہ نقطہ نظر درست ہے؟[۲۰] جدید اسلامی تحریکوں کی قیادت عموماً ایسے جدید پڑھے لکھے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جنھوں نے علوم اسلامی کی تحصیل نہیں کی ان کی اسلام سے والہانہ محبت واخلاص میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اخلاص علم کا متبادل نہیں ہوسکتا اس لیے تمام تر اخلاص کے باوجود ان تحریکوں کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو جدید مغربی تعلیمی اداروں یا اعلیٰ مغربی تعلیمی اداروں سے مختلف تکنیکی علوم میں مہارت اور اعلیٰ سند کے حامل ہوتے ہیں۔ عموماً اس قیادت میں فلسفہ کے علم میں مہارت رکھنے والے سرے سے نہیں ہوتے یہ قیادت نہ علوم اسلامی کے ماخذات سے واقف ہوتی ہے نہ یہ قیادت علوم مغربی یعنی مغربی فلسفہ وتہذیب سے واقف ہوتی ہے۔ سوڈان کے ڈاکٹر حسن الترابی، ملیشیا کے انور ابراہیم، ترکی کے نجم الدین اربکان، عبداللہ گل، جماعت اسلامی کی قیادت میں قاضی حسین احمد، خرم جاہ مراد خورشید احمد وغیرہ ان تمام اصحاب کے تقویٰ پر پرہیز گاری، اخلاص میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اصحاب مقتدر مغربی فلسفہ اور اسلامی علوم پر عبور نہیں رکھتے جس کے باعث جدیدیت کی یلغار اسلامی تحریکوں میں نفوذ کر رہی ہے اور یہ تحریکیں بہت تیزی سے جدیدیت کے اثرات قبول کر رہی ہیں انھیں اس کا احساس تک نہیں ہے۔ جماعت اسلامی کی جانب سے مولانا مودودیؒ کی زندگی پر دستاویزی فلم کا اجراء اس جدیدیت کی نئی جھلک ہے۔ ایک اہم تجزیہ۔[۲۱] حدیث کی کتاب الرقاق کے مطابق حکمت کا سرچشمہ زہد ہے۔ زاہدانہ زندگی دنیا سے کم سے کم تمتع حاصل کرنا دنیا میں مسافر کی طرح ٹھہرنا اس زاہدانہ طرز کے نتیجے میں مومن کا دل حکمت کے چشموں سے معمور ہو جاتا ہے اور حکمت کے کلمات اس کے دل، ذہن، اور زبان سے پھوٹنے لگتے ہیں۔ اس روشنی میں اس سوال کا جائزہ کہ ہماری قیادت زاہدانہ صفات کی سنگین کمی کا شکار ہے اس لیے ان کے کام میں برکت نہیں ہے اور ہر نیا کام ایک نئے خلفشار کا سبب بن جاتا ہے کیا ان کے جسم الابصار الافدۂ سے خالی ہیں پھر یہ بار بار ٹھوکریں کیوں کھاتے ہیں سنبھل کیوں نہیں جاتے؟ کیونکہ ہمارا کام اخلاص وزہد سے زیادہ نام ونمود اور ہنگامہ آرائی پر زیادہ انحصار کرتا ہے کیا یہ نقطہ نظر درست ہے؟ ایک اہم تجزیہ[۲۲] اس دلیل کا جائزہ کہ انقلابیوں کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ کیوں موجودہ سیکولر نظام میں اسلام کو محفوظ و غالب نہیں کیا جاسکتا جس کے باعث وہ علماء کو اپنا ہمنوا بنانے میں

ناکام رہے؟ ایک ایسی تحریک جو اپنے علماء کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے۔ اس سے یہ امید رکھنا کہ وہ تمام لوگوں یا اقتدار کو اپنا ہم خیال بنا سکتی ہے عجیب بات ہے اسی لیے ابھی تک کوئی انقلابی تحریک کامیاب نہ ہوئی صرف تحریک پاکستان کامیاب ہوئی جو جمہوری و سیاسی دستوری تھی اور قوم پرستی کی تحریک تھی کیا یہ خیال درست ہے؟ [۲۳] اس خیال کا جائزہ کہ تحریک تحفظ دین تحریک غلبہ دین اور تحریک جہاد ایک ہی دھارے کے تین رخ ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ تینوں تحریکوں میں تطبیق و تلفیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ہر تحریک دوسری تحریک کے بارے میں نہایت تشویش میں مبتلا ہے۔ ان تینوں تحریکوں کی تنظیم بھی نہیں ہے لہٰذا یہ غیر منظّم طور پر کام کر رہی ہیں اور ان کے ثمرات سامنے نہیں آ رہے۔ بسا اوقات بے شمار غلط فہمیوں بلکہ غلطیوں کے باعث تینوں تحریکیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی پیش پیش نظر آتی ہیں جو حالات و زمانہ کی رعایت کے خلاف ہے؟ [۲۴] کیا یہ تجزیہ درست ہے کہ اسلامی انقلاب تین سطحوں پر برپا ہوتا ہے۔ شخصیت، معاشرت ریاست یہ تین سطحیں تین مراحل نہیں ہیں کہ پہلے ایک مرحلہ طے ہوگا تو پھر دوسرا مرحلہ شروع ہوگا۔ یہ تینوں کام ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ اسلامی شخصیت کی تعمیر تشکیل کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود میں نہیں آتا اور جب تک اسلامی معاشرت وجود میں نہ آئے۔ اسلامی ریاست قائم نہیں ہوسکتی۔ ہماری تحریکوں نے ان تینوں اہداف کو جو ایک ہی کل کے جزو ہیں۔ اپنی حکمت و علمیت کے مطابق تین مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کو بہتر سمجھا جو مناسب بات نہیں جس طرح دین ایک کل ہے اسے جزو میں تقسیم کرنے سے اس کی کلیت متاثر ہوتی ہے اسی طرح فرد خاندان ریاست بھی ایک کل ہیں۔ شخصیت اور معاشرت انقلاب کی گرفت میں آجائے تو ریاست اس کے اثرات سے باہر نہیں رہ سکتی۔ فرعون نے اسی خوف سے کہا تھا کہ حضرت موسیٰؑ ہمارے مثالی نظام زندگی کا خاتمہ کر کے ہمیں زمین سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسلامی علمیت جاہلیت یا قدیم علمیت کو شکست دیے بغیر نہیں رہ سکتی؟ [۲۵] لال مسجد تحریک کی سب سے زیادہ حمایت جماعت اسلامی کے کارکنوں نے کی اور جماعت اسلامی میں نچلی سطح تک اس تحریک کو زبردست پذیرائی ملی جب کہ حیرت انگیز طور پر یہ جماعت مکمل طور پر سیاسی جمہوری عمل پر یقین رکھتی ہے اور غیر دستوری جدوجہد مسلح انقلاب اور گوریلا جنگ کی قائل ہی نہیں۔ مولانا مودودیؒ نے خفیہ جدوجہد سے کارکنوں کو منع کر دیا تھا۔ اس کے باوجود اس تحریک کی مقبولیت کا سبب یہ تو نہیں ہے کہ جماعت اسلامی کے کارکن سیاسی جدوجہد کی مسلسل ناکامی سے مایوس ہو کر اب دوسری انتہا تک جانا چاہتے ہیں؟ کیا ردعمل کے ذریعے لائحہ عمل بدلنے کا طریقہ کسی نتیجہ خیز مرحلے تک پہنچا سکتا ہے؟ کیا لال مسجد تحریک طاقت، جذبے، رومان، انقلابیت، عسکریت، گھن گھرج کے باعث جذباتی عمل کو تیز کرتی ہے؟ [۲۶] ایک غلط در غلط نقطہ نظر یہ ہے کہ انقلابی شخصیت کے پاس علمیت نہیں ہوتی اس لیے انقلابی علماء کو قائل نہیں کر سکتا۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ انقلابیوں کو اپنا حصہ سمجھیں ان کی غلطیوں سے درگزر کریں اور ان کے اقدامات کی علمی توضیح و توجیہہ پیش کریں انقلابی تو کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا علماء کا کام ہے لیکن گیارہ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ ٹاور کے واقعے کے بعد جب پاکستانی علماء مفتی نظام شام زئی، مولانا رفیع عثمانی، مولانا تقی عثمانی، سمیع الحق وغیرہ کی قیادت میں ملا عمر کو سمجھانے اور امریکہ سے مصالحت پر آمادہ کرنے کے لیے آئی ایس آئی کے طیارے میں کابل تشریف لے گئے تو پچاس علماء کے وفد کے سامنے ملا عمر نے جہاد کے قرآنی دلائل پیش کیے تو تقی عثمانی صاحب اور پورا وفد چپ ہوگیا اور وفد نے ملا عمر کو جہاد کے لیے اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا بہ ظاہر وفد اپنے مشن میں ناکام ہو کر واپس آگیا لیکن فی الاصل وفد نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور ملا عمر کے موقف کو تسلیم کر لیا کیونکہ ان کا موقف قرآن سنت اور اسلامی تاریخ و تعامل امت سے اقرب تھا اسلامی تہذیب و تاریخ کا کمال یہ ہے کہ اس کی علمیت کا متن Text لفظاً و حرفاً قرآن و سنت کی صورت میں محفوظ ہے لہٰذا اس متن کی بنیاد پر بڑے سے بڑے عالم کو یا کسی بھی بڑے نقطہ نظر کو قرآن و سنت کے منہاج پر رکھ کر رد و قبول کیا جا سکتا ہے۔ تقی عثمانی کے سامنے ملا عمر ایک طفل مکتب تھے لیکن

انھوں نے اسلامی علمیت سے شیخ الاسلام کو نہ صرف خاموش کرا دیا بلکہ انہیں اپنا ہم نوا بنا کر جہاد کے لئے حضرت کی حمایت بھی حاصل کر لی اگر پاکستان کے جید علماء اور شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کو مدرسے کا ایک معمولی طالب علم ملا عمر اپنے دلائل سے اپنا ہمنوا بنا سکتا ہے تو انقلابی تحریکیں علماء کو اپنا ہمنوا کیوں نہیں بنا سکتیں؟ علم وعمل اور روحانیت کے بغیر علماء کبھی اجنبی تحریکوں کے ہمنوا نہیں بنتے ان کی احتیاط صدیوں کے تجربات پر مشتمل ہے لہٰذا ان کا رویہ حکمت سے خالی نہیں کیا یہ بات درست ہے؟ [۲۷] یہ نقطہ نظر کہ انقلاب خروج نہیں ہوتا خروج انقلاب کا حصہ ہوتا ہے۔ انقلاب پورے نظام کی تبدیلی کا نام ہے جس کے بغیر تحفظ غلبہ دین ممکن ہی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ پورے نظام کی تبدیلی کے لیے انقلاب برپا کرنے والوں کے لیے مغربی نظام کی علمیت، روحانیت اور طاقت کا ادراک فہم علم ضروری ہے یا نہیں؟ کیا جاہلیت جدیدہ مغرب کے جدید فلسفے اس کی جدید سائنس وٹیکنالوجی سے عدم واقفیت کے بغیر جدیدیت کے خلاف کسی انقلابی جہادی جدوجہد کا کوئی فائدہ بھی ہے اسلامی علمیت کے ذریعے مغربی علمیت کو شکست دیے بغیر کیا صرف طاقت مغربی علمیت کو شکست دے سکتی ہے؟ جو انقلابی تحریک مغربی نظام کی ابجد سے ہی ناواقف ہو اسے انقلابی تحریک کہنا کیا زیادتی نہیں ہے؟ انقلابی تحریک اگر احیائی تحریک بن جائے اور انبیاء کرام کے یقین ایمان اور ان کی حکمت عملی پر کاربند رہے تب اسے غالب نظام کی علمیاتی بنیادوں کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پھر وہ سیدھے سادے فطری طریقے سے کام کرے لیکن یہ تحریکیں نہ انبیاء کے طریقے پر چلتی ہیں نہ فقہاء امت کے بتائے ہوئے راستے پر۔ [۲۸] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ لال مسجد تحریک کی ناکامی ہی کامیابی ہے۔ خود پرستی کی آخری انتہا تو نہیں جب اس انتہا پر پہنچ کر لوگ کہتے ہیں کہ ناکامی ہی تو انقلاب ہے کیونکہ کامیابی تو ظہور مہدی کے بعد ہی ہوگی؟ [۲۹] لال مسجد تحریک کے حامیوں کے اس اعتراض کا جائزہ کہ اس تحریک کے طریقہ کار کو غلط قرار دینے والے علماء نے صحیح طریقہ کار کیوں نہیں بتایا؟ اگر ان کے پاس صحیح طریقہ کار ہے تو اس کے مطابق انھوں نے خود کوئی جدوجہد کیوں نہ کی؟ اس جدوجہد کا لائحہ عمل کیوں نہیں دیا؟ لال مسجد کی مخالفت کرنے والے علماء نے پرویز مشرف حکومت کی مخالفت کیوں نہیں کی؟ حدود آرڈیننس، اسلامی شریعت کے قیام کے لیے علماء کرام اپنے صحیح طریقے کے مطابق کیا جدوجہد کر رہے ہیں؟ نفاذ اسلام، دفاع مساجد و مدارس کا اگر کوئی اور طریقہ ہے تو علماء بتائیں ان اعتراضات کے ذریعے علماء کو مطعون کرنے رسوا کرنے والوں کے مقاصد کا تجزیہ اور ان اعتراضات کا مفصل جائزہ۔ کیا اعتراضات کرنے والے دراصل امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کے طرز عمل پر تو معترض نہیں ہیں؟ کیا علماء کا کام یہی رہ گیا ہے کہ وہ ضرور اقتدار کی مخالفت کریں ورنہ وہ اقتدار کے حامی سمجھے جائیں گے، یونانی منطق کی بنیاد پر قائم کیے گئے ان جاہلانہ خیالات کا محاکمہ۔ [۳۰] اس خیال کا جائزہ کہ جب علماء، تحریکیں، تنظیمیں غالب باطل نظام سے مفاہمت کرلیں اس کا حصہ بن جائیں اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرلیں یا باطل نظام کی مزاحمت کی امنگ سے محروم ہو جائیں حاضر و موجود نظام کے بارے میں غیر یقینی طرز عمل اختیار کر کے آنکھیں بند کرلیں اسے سیاست کا دائرہ قرار دے کر گوشہ نشین ہو جائیں۔ تو انقلابی عمل تحلیل ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور ردعمل میں تحریک نفاذ شریعت محمدی، مولانا اکرم اعوان کا لشکر جہاد، طالبان، القاعدہ اور جامعہ سیدہ حفصہ جیسی جذباتی تحریکیں جنم لیتی ہیں۔ اگر معاشرے میں ایسے ادارے قائم ہوں جہاں اقتدار علماء کے ہاتھوں میں ہو اور تمام اسلامی تحریکوں کا کام مربوط ہو ان کی رہنمائی میں ہو تو یہ وحدت قیادت انقلاب کی قوت کو محفوظ، مامون، موثر، متحرک، مطہر، مجتمع اور مرتکز رکھتی ہے جب تک مدارس مساجد بازار اور معاشرت کی سطح پر علماء متبادل قوت پیدا نہیں کریں گے لال مسجد جیسے واقعات اہل ایمان کے دلی اضطراب اور شدید بے چینی کا اظہار کرتے رہیں گے؟ [۳۱] وہ کیا وجوہات ہیں کہ انقلابی یا تو اپنے موقف سے دستبردار ہو جاتے ہیں یا شہادت حاصل کر لیتے ہیں یا گوشہ نشین ہو جاتے ہیں یا ایک فرقے یا گروہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں یا خود اسی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں لیکن کوئی ایسی تنظیم

نہیں بنا سکتے جو انقلاب کو رواں دواں رکھے اور ہر شکست کسی نئی مزاحمت اور نئی تحریک کا عنوان بن جائے؟ انقلابی لٹریچر سے بھی محروم ہوتے ہیں جب کہ انقلاب چین، فرانس، روس میں لٹریچر کا بہت اہم کردار ہے۔ [۳۲] کیا لال مسجد کے واقعے کے نتیجے میں علماء، مجاہدین، اسلامی تحریکوں میں قربت پیدا ہوگی یا ان کی دوریوں میں اضافہ ہوگا۔ کیا یہ تحریک مجاہدین کو تنہا کرنے کا سبب بنے گی؟ کیا یہ تحریک دینی قوتوں کی تقسیم در تقسیم کا سبب بنے گی اور یہ قوتیں آپس میں نبرد آزما ہو جائیں گی؟ [۳۳] کیا وجہ ہے کہ لال مسجد تحریک جو مساجد و مدارس کے تحفظ کے نام پر برپا کی گئی تھی خود اپنی مسجد اور اپنے مدرسے کا تحفظ نہ کرسکی کیا یہ تحریک کسی حکمت عملی کے بغیر ردعمل کے طور پر اٹھی تھی یا اٹھائی گئی تھی اس تحریک نے جو بڑے بڑے دعوے کیے ان کے پس پشت کیا علمیت تھی کیا وہ علمیت تحریری شکل میں سامنے آئی ہے؟ [۳۴] لوگوں کا خیال ہے کہ لال مسجد کی تحریک کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ علماء کی عدم حمایت تھی۔ کیا علماء کے تعاون، رہنمائی، حمایت کے بغیر کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی؟ تحریک خلافت، تحریک ہجرت  سے لے کر ختم نبوت قومی اتحاد اور شاتم نبوت تک ہر تحریک علماء کی حمایت سے کامیاب ہوئی پھر کیا وجہ ہے کہ لال مسجد والے علماء کی حمایت حاصل نہ کرسکے جو تحریک علماء کی سرپرستی سے خالی ہو کیا وہ اسلامی تحریک کہلا سکتی ہے۔ انقلابی تحریکیں علماء کو قائل کرنے میں کیوں ناکام رہتی ہیں؟ [۳۵] اس موقف کا جائزہ کہ لال مسجد کی تحریک کو صحیح یا غلط کہنا ماورائے بحث ہے اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کی تحریکیں ایمان کی بے چینی و بے تابی کے اظہار کے لیے اٹھ رہی ہیں۔ علماء اسے بہر حال کامیاب بنائیں کیوں کہ یہ تحریک ہے یہ سانحہ یا المیہ نہیں۔ یہ پیش رفت ہے تحریک نے بتا دیا ہے کہ علماء پاکستان کی ریاست کو غلط طور پر اسلامی سمجھتے ہیں لہٰذا ریاست کے خلاف جدوجہد سے گریز کرتے ہیں۔ تبدیلی اقتدار کو ممکن نہیں سمجھتے جس کے باعث انقلابی طرز عمل سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ علماء نے ریاست جمہوریت، دستوریت کو رد نہیں کیا۔ اس طرح اپنے آپ کو عالمی استعماریت کے اداروں کے ساتھ اگر وابستہ نہیں کیا تب بھی اس استعمار کی مخالفت ترک کردی ہے جس کے باعث اس استعمار کو دینی جواز حاصل ہوگیا ہے۔ علماء کے نظریے اور عمل میں جو خلیج ہے تحریک لال مسجد اسے پاٹنے کی موثر کوشش ہے۔ ۱۹۲۰ء میں شیخ الہندؒ کی مالٹا سے واپسی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کو امام الہند منتخب کرنے کے بعد انقلابی عمل رک گیا اور جہاد کا راستہ ترک کر کے سیاسی عمل کا راستہ مستقل طور پر اختیار کرلیا گیا۔ شیخ الہندؒ نے جہاد پر اپنے موقف سے رجوع کر کے عدم تشدد کے ذریعے سیاسی جدوجہد اور دستوری کوشش کا اجتہاد فرمایا لہٰذا تمام مکاتب فکر کے علمائے ہند نے حالات کی روشنی میں عسکری جدوجہد کے بجائے سیاسی جدوجہد کا مشترکہ اجتہاد فرمایا اس اجتہاد کے نتیجے میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے کانگریس یا مسلم لیگ کے ذریعے سیاسی عمل کو جہاد پر ترجیح دی جس کے بعد ہند میں جہادی تحریک مسلسل پسپا ہو رہی ہے۔ اس اجتہادی غلطی کا ازالہ ہونا چاہیے۔ صرف مولانا مودودیؒ نے مسلم لیگ اور کانگریس کے پرچم تلے قوم پرستی پر مبنی سیاسی جدوجہد سے انکار کیا اور جمہوریت کو شرک قرار دے کر تحریک پاکستان کی مخالفت کی مگر تقسیم ہند کے بعد وہ بھی علماء کے موقف پر ایمان لے آئے اور اپنی انقلابی جدوجہد کو پاکستانی قومیت کے دائرے میں محصور کر کے ماڈل اسلامی ریاست کے سراب میں مبتلا ہوگئے۔ لال مسجد تحریک نے ہند میں تحریک جہاد کے ستر سالہ جمود کو توڑ کر قافلہ جہاد کو رواں دواں کر دیا ہے۔ اس موقف کا گہرا ناقدانہ جائزہ۔ اس بات کا بھی جائزہ کہ اگر دستوری جمہوری جدوجہد کو ترک کیا جائے تو اس کا دوسرا طریقہ صرف جہادی طریقہ کار رہ جاتا ہے کیا ان دو طریقوں کے سوا جدوجہد کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟ کیا نبوی منہاج جدوجہد لوگوں کی نظر سے اوجھل ہے؟ [۳۶] قرآن حکیم نے رسول اللہؐ کے صحابہ کرام اور ان کے سچے پیروکاروں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثر ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال

یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کوتقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں‘‘۔ [۲۹/۴۸] کیا عہد حاضر کی اسلامی انقلابی احیائی تحریکوں کی قیادت اس آیت کے مصداق ایمان اور عمل کی کیفیات سے گزر رہی ہے کیا ان آثار، اثرات، کیفیات کے بغیر اس قیادت کو کامیابی مل سکتی ہے؟ [۳۷] اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ التوبہ ۱۱۸۔ اللہ کے اس وعدے کے باوجود انقلابی تحریکیں اپنے ماضی کا جائزہ لے کر اللہ کے دامن رحمت کی طرف پلٹنے میں کیوں تردد کا شکار ہیں؟ [۳۸] کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں اسلامی شخصیت اسلامی معاشرت اور روحانیت پھیلے لیکن اسلامی ریاست قائم نہ ہو لوگوں کے قلوب دین کے لیے مسخر ہو جائیں لیکن اس کے باوجود اس پر اہل حق کو تمکن فی الارض حاصل نہ ہو؟ کیا کامیابی غلبے فتح کی اصل علامت صرف اور صرف استخلاف فی الارض ہے؟ کیا اصحاب الاخدود کی کامیابی اس فلسفے کے تحت ناکامی تصور نہ کی جائے؟ سورہ یسٰین کے شہید کی شہادت کے بعد بس ایک دھما کا ہوا اور سب تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔ ایک شہید کی حیات ابدی امت کو حیات ابدی اور کفار کو ابدی موت عطا کرتی ہے کیا وجہ ہے کہ یہ نتائج اب خال خال ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے حکمرانوں سے نہ مصالحت کی نہ مفاہمت نہ جنگ عزیمت کے ساتھ ظلم سہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی شہادت پر تیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہو گئے لیکن عصر حاضر کی انقلابی تحریکوں کی کامیابی یا ناکامی کسی مثبت نتیجے اور ثمر سے عاری رہتی ہے آخر کیوں؟ اکثر و بیشتر ان تحریکوں کے اقدامات کے نتیجے میں ناخوشگوار بحثیں، تنازعات، اختلافات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور امت تقسیم در تقسیم اور انتشار در انتشار کا شکار ہوتی چلی جاتی ہے۔ سورہ یسٰین میں جس شخص کا ذکر ہے کیا وہ بھی ناکام تھا؟ حالانکہ اصلاً تو وہی کامیاب تھا کہ اسے مومن کی زندگی کی معراج شہادت نصیب ہوئی اور اس شہادت کا ثمر یہ تھا کہ پوری بستی تباہ و برباد کر دی گئی اور اہل حق کو زمین کا وارث بنا دیا گیا۔ کیا استخلاف فی الارض اور کامیابی اسی گروہ کا مقدر ہے جو اس دین کے فروغ کے یے اخلاص و محنت سے جدوجہد کر رہا ہے یا یہ کامیابی اس گروہ یا قربانی دینے والے افراد کی عدم موجودگی میں اگلی نسل کو حاصل ہو سکتی ہے؟ کیا اصحاب الاخدود کی شہادت کے بعد دین قائم نہیں ہوا اور لوگ اللہ کی طرف نہیں پلٹے اور اس خونی واقعے نے اہل دین کو غلبہ عطا نہیں کر دیا؟ کیا اصحاب کہف کے غار میں روپوش ہو جانے کے بعد زمین پر حق قائم ہوا یا نہیں اس لیے اس غار پر مسجد تعمیر کی گئی۔ اصل کامیابی اپنے مقصد پر مرتے دم تک قائم رہنا اس کے لیے مخلصانہ جدوجہد کرتے رہنا اور شہادت سے سرفراز ہو جانا ہے یا اقتدار کا حصول بھی لازمی ہے؟ کیا اقتدار جدوجہد کا صلہ ہے یا نعمت الٰہی ہے جو اللہ رب العزت اپنی حکمت بالغہ کے تحت جسے چاہے عطا کرتا ہے؟ [۳۹] اس اعتراض کا جائزہ کہ اسلامی انقلابی احیائی تحریکوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باوجود ان کا اثر و رسوخ محلے، بازار اور معاشرت تک وسیع نہیں ہو سکا۔ اسلامی تہذیب کے ان تین بنیادی احاطوں پر ان تحریکوں کا تسلط بہت کم زور رہا جس کے باعث یہ تحریکیں خاص علاقوں تک محدود و محصور ہو گئیں۔ آخر ان تحریکوں کے پھیلاؤ میں کیا رکاوٹ ہے؟ محلے بازار خاندان اور معاشرتی سطح پر تبدیلی کے لیے انقلابیوں کو خود کس قسم کی تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟ [۴۰] اس سوال کا جائزہ کہ اسلامی تحریکوں کی دوغلی غیر فطری حکمت عملی کے باعث نہ ان کے حامی دل سے ان کے حامی رہتے ہیں نہ ان کے مخالف سیکولر لبرل ان کے حامی بنتے ہیں۔ اسلام اور لبرل ازم کے آمیختے سے تعمیر کیا جانے والا جدید اسلام اور اس اسلام کے نفاذ اور نفوذ کے لیے اختیار کیے جانے والے مغربی طور طریقے، اسالیب اور رویے اسلامی تحریکوں کو نہ صرف اپنے حلقوں میں مشکوک بناتے ہیں بلکہ سیکولر اور لبرل بھی ان تحریکوں کے حقیقی لبرل رویوں کو ایک خطرناک چال بلکہ جنگی حکمت عملی سمجھتے ہیں۔ اس طرز عمل کے باعث ان تحریکوں کے مخلص مستعد اور قابل کارکن تذبذب کا

شکار ہوکر کٹ جاتے ہیں اور لبرل سیکولر طبقات ان تحریکوں کی زبردست مخالفت کرتے ہیں جس کے باعث ان انقلابی تحریکوں کو اندرونی اور بیرونی دونوں سطحوں پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے انقلابی عمل کی رفتار مسلسل مدھم ہورہی ہے بلکہ بعض ملکوں میں تو ختم ہوکر رہ گئی ہے۔[۴۱] مغربی مفکرین کے ان خیالات کا جائزہ کہ اسلام دنیا کا واحد دین ہے جو شریعت پر مکمل عمل درآمد کے لیے ریاست کا طالب ہے اس دین کی تکمیل اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک شریعت کے تمام اوامر ونواہی پر عمل کرنے کی سہولتیں میسر نہ ہوں، یہ سہولتیں صرف اسلامی ریاست ہی مہیا کرسکتی ہے۔ حدود وتعزیرات کے نفاذ اور فروغ جہاد کے لیے ریاست کا قیام لازمی ہے۔ شریعت اور ریاست میں اس فطری تعلق کو مغرب کے مفکرین نہایت غصے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسلام کے اس منفرد منہاج کو Political Islam کی اصطلاح سے مطعون کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شمار مغربی مفکرین کا خیال ہے کہ وہ علماء، جو گوشہ نشین ہیں جو مدرسے مسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتے اور عملاً سیاست حکومت ریاست سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے۔ اپنی متوازی متبادل ریاست میں محصور ومقید ہیں۔ ان کے عقیدے اور دین میں بھی اسلامی ریاست کے وجود کی روح شامل ہے حتی کہ تبلیغی جماعت جو بظاہر سیاست وریاست سے دور نظر آتی ہے ریاست اور سیاست عقیدے اور نظریے کے طور پر اس کے ایمان کے منہاج میں خود بخود مرکزی مقام کے حامل ہیں کوئی اس کا اقرار کرے یا انکار کرے یا خاموش رہے لہٰذا کسی دینی، دعوتی، غیر سیاسی اسلامی تحریک کو بھی بے ضرر نہ سمجھا جائے۔ تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی تو وہ گہوارے ہیں جہاں لوگوں کو دنیا سے توڑ کر دین سے جوڑنے کا کام کیا جاتا ہے اور جو آدمی دین سے جڑ جائے وہ کسی نہ کسی اسلامی، احیائی، انقلابی تحریک سے وابستہ ہوجاتا ہے یا کسی مجاہدین کے گروہ کا حصہ بن جاتا ہے کیونکہ مسجد اور اللہ سے تعلق اس کے لیے جہاد کو ممکن بنا دیتے ہیں لہٰذا تبلیغی جماعتوں کی دنیا بھر میں آزادانہ نقل وحرکت کو محدود کیا جارہا ہے اور انھیں خطرناک ترین خاموش انقلابی تصور کیا جارہا ہے۔ بعض مفکر انھیں اصل اسلامی گوریلے قرار دیتے ہیں جو کسی قسم کے ضرر وغرور اور ہنگامے کے بغیر دین کے لیے لاکھوں لوگوں کی ذہنی تبدیلی کا بنیادی کام کررہے ہیں۔[۴۲] اسلامی انقلابی تحریکوں کی ایک بڑی کم زوری یہ ہے کہ یہ تحریکیں سیاسی اقتدار کے حصول میں جذباتیت کا مظاہرہ کرتی ہیں اور جہاں کہیں بھی انھیں موجودہ سیکولر ڈھانچے میں کوئی ایسا حکمراں نظر آئے جو اسلام سے محبت کا واجبی اظہار کرتا ہو تو یہ تحریکیں ایسے حکمرانوں اور حکومتوں کے سامنے نہایت خلوص سے ڈھے جاتی ہیں اور ان کی غیر مشروط مشروط بالواسطہ یا بلاواسطہ حمایت واستعانت کر کے انقلابی عمل کو کمزور کردیتی ہیں۔ قومی معاملات، قومی امور یا قومی دفاع پر حکومتوں سے تعاون کے مسئلے میں یہ تمام انقلابی تحریکیں نہایت زود حس ہیں اور وہ قومی ریاستوں کے تحفظ کے لیے سیکولر ڈھانچے سے بھرپور تعاون کر کے جان ومال کے نذرانے پیش کرتی ہے۔ مصر، پاکستان، ہندوستان، سوڈان وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہ تحریکیں عموماً قرآنی آیت سلطاناً نصیرا میں اپنے رویے کا جواز تلاش کرتی ہیں اور ضیاءالحق، یحییٰ خان، اور ترکی میں فوج کے ساتھ اقتدار پر شراکت گوارا کرلیتی ہیں یا سیکولر حکومتوں میں شمولیت کی خاطر عزیز مصر کی حکومت میں حضرت یوسفؑ کی شرکت کو وجہ جواز کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ کیا انقلابی تحریکوں کا یہ استدلال درست ہے؟ کیا گزشتہ سو برسوں میں کسی اسلامی انقلابی تحریک کو کسی بھی اسلامی، انقلابی، یا سیکولر حکومت میں یا ان کی اپنی قائم کردہ حکومت میں وہ اختیار اور طاقت حاصل ہوئی جو حضرت یوسفؑ کو مصر میں حاصل تھی۔ ظاہر ہے اس کا جواب صریحاً نفی میں ہے تو پھر اس استدلال کی کیا حیثیت ہے؟ کیا انقلابی جماعتوں کو ادھورے، معذور، اقتدار میں شراکت کے بجائے مکمل اقتدار تک گریز کی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے یا کوئی اور طریقہ کار اخذ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک تجزیہ؟[۴۳] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ سورۂ نمل میں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سباء کے درمیان خط وکتابت سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ کفر وشرک کا اقتدار خدا کی زمین پر سب سے بڑا فساد ہے جس کو مغلوب کرنا اہل حق کے فرائض میں

سے ہے دنیا میں قائم ہر حکومت پر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری لازمی ہے لہٰذا اسلامی تحریکوں کا اصل کام اعلائے کلمۃ الحق ہے نہ کہ شرک و کفر کے اقتدار کو جائز تصور کر کے اس کے ساتھ سیاسی، سماجی رشتے حالات و زمانے کی رعایت کے نام پر استوار کیے جائیں اور اس نظام میں اپنے لیے محفوظ جگہ تلاش کی جائے۔ کیا وجہ ہے کہ پاکستان اور ترکی کی اسلامی جماعتیں نص صریح کے خلاف سیاسی عمل میں مصروف ہیں؟[۴۴] دین کا اصل کام لوگوں کی ترجیح دنیا سے بدل کر آخرت کرنا اور لوگوں کو آخرت کے اس امتحان کے لیے چوکس آمادہ اور تیار کرنا ہے۔ قرآن اور انبیاء کرام کی تمام تر جدوجہد کا نقطہ ماسکہ آخرت کی یاد اور یوم قیامت میں کامیابی کی جستجو ہے۔ کیا وجہ ہے کہ انقلابی تحریکوں کی سیاسی مہمات، انتخابی جلسے، تقاریر، اور حکومت و اقتدار میں آنے کے بعد بھی ان کے مباحث، مکالمے، گفتگو، تقاریر، اشتہارات تک میں آخرت کا کوئی ذکر تصور خیال تک نہیں ملتا۔ کراچی میں نعمت اللہ خان کی حکومت، صوبہ سرحد بلوچستان میں جماعت اسلامی و ایم ایم اے کی حکومت، ترکی میں اربکان و عبداللہ گل کی حکومت، سوڈان میں ترابی اور جنرل حسن البشیر اور ایران کی انقلابی اسلامی حکومتوں کے باوجود انقلابی اسلامی جدوجہد میں تصور وفکر آخرت کو مرکزی تو کیا ضمنی اہمیت بھی کبھی حاصل نہ ہوئی ان ملکوں، جماعتوں کے انتخابی منشور میں آخرت کی کوئی گنجائش ہی نہیں ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ محض حکمت عملی ہے یا سیاسی مجبوری ہے یا حالات کا تقاضہ ہے یا فی الواقع یہ تحریکیں آخرت میں عوام کے لیے کوئی کشش نہیں پاتیں اور عوام کو متحرک کرنے کے لیے صرف دنیا پرستی کے مظاہر کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ کیا حبل الناس کی خاطر حبل اللہ کو ترک کر دیا جائے؟ کیا تصور آخرت کی اہمیت اجاگر کر کے کوئی انتخاب جیتا جاسکتا ہے؟[۴۵] اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ **والذین جاھد وافینا**...... [العنکبوت آیت ۶۹] اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں جھیل رہے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں ضرور کھولیں گے یعنی مظلوم مسلمانوں کے لیے نئی راہیں بھی کھلیں گی دنیا کی مشکلات بھی حل ہوں گی اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب ہوگی لیکن بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ گزشتہ سو برس کی تحریکوں کے معاملے میں خدانخواستہ یہ وعدہ پورا نہ ہوا۔ کیا اس کا مطلب یہی نہیں ہے کہ ہماری جدوجہد میں ضرور کوئی نقص ہے جس کے باعث ہم اللہ کے وعدے سے محروم رہے؟[۴۶] الروم ۴۷ میں کہا گیا ہے کہ اہل ایمان کی نصرت ہم پر لازم ہے۔ **وکان حقاً علینا نصرا المومنین** تو پھر کیا وجہ ہے کہ اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں آرہی؟ کیا یہ تاثر درست ہے؟[۴۷] سورہ الروم کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ حالات کے باطن تک لوگوں کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی وہ سرسری طور پر حالات کو دیکھ کر غلط نتائج نکالتے ہیں کائنات بالحق پیدا کی گئی ہے۔ تمام معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں حق اور اہل حق کی سرفرازی کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا لیکن عملاً حق اور اہل حق کی کامیابی کے امکانات گزشتہ سو برس میں مسلسل معدوم ہو رہے ہیں آیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا نہیں فرمایا، یا ہم نے آپ کو اس وعدے کے لیے خود تیار نہیں یا یہ ناکامیاں ہی آخر کار بڑی کامیابی کی راہ ہموار کریں گی یا ناکامیاں ہی اصل انقلاب ہے۔ اصل صورت حال کیا ہے؟[۴۸] اس خیال کا جائزہ کہ آیت۔ ۴۱، الروم بتاتی ہے کہ خشکی اور تری میں ہر جگہ لوگوں کے اعمال کے نتیجے میں فساد چھا گیا ہے۔ فساد فی الارض کی وجہ انسان کا حق سے منحرف ہونا اس کے ایمان کا کمزور ہونا، اس کا منافقت اختیار کرنا، دین میں مداہنت برتنا ہے۔ انقلابی اسلامی تحریکوں کے منشور اور دستور میں لوگوں کو غلط اعمال سے روکنے کے لیے کوئی انسدادی، دعوتی، معجزاتی طریقہ کار نہیں، وہ لوگوں کو فساد سے روکنے کا صرف ایک طریقہ کارگر سمجھتے ہیں۔ وہ اقتدار ہے، اسلامی تحریکوں کا یہ اجتہاد کہ فساد فی الارض صرف اور صرف اقتدار کی طاقت وشوکت سے روکا جاسکتا ہے۔ کیا یہ اپنی نوعیت کا منفرد اجتہاد ہے جس کے نتائج ہمیشہ منفی آرہے ہیں؟[۴۹] سورہ العنکبوت آیت ۴۰ میں زوال، تباہی، بربادی کا قانون بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مختلف امتوں کے قصص کے اختتام پر فرمایا کہ ''پس ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا **فکلا اخذنا بذنبہٖ** قرآن میں امتوں قوموں کے زوال کا اصل سبب ہر جگہ ایک ہی بیان کیا گیا ہے۔ کثرت ذنوب، خطائیں، سئیات بداعمالیاں ناشکرا پن اس کے سوا زوال کا کوئی اور سبب نہیں بتایا گیا۔ امت مسلمہ کا زوال بھی اسی باعث ہوا جب کہ ان کے پاس کتاب بھی تھی اور سلطنت بھی، ایمان بھی تھا اور

سنت رسالت مآب ﷺ بھی، کیا امت مسلمہ کو عروج کثرتِ گناہوں کے ساتھ مل سکتا ہے۔ اگر نصوص صریح کی روشنی میں نہیں مل سکتا تو امت مسلمہ کے انقلابی مسلمان معاشروں کو تبدیل کیے بغیر گناہگار معاشرت کو نیکوکار بنائے بغیر انقلاب کا خواب کیوں دیکھ رہے اور دکھا رہے ہیں؟ [۵۰] سورہ قصص کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ حق کا ساتھ دینے والے کم زور اور حق کے مخالفین مضبوط ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ حق کو قائم اور اس کے مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے لہٰذا حق کے پیش کرنے میں کسی نرمی سے مداہنت سے مصالحت سے مفاہمت سے کچھ لو اور دو سے، غضِ بصر سے، اعراض سے کام نہ لیا جائے اور نظام کفر کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت کسی سطح پر بھی قبول نہ کی جائے۔ اس رویے کے ساتھ اگر اہل حق دین کا کام کریں تو خواہ وہ تعداد میں تھوڑے ہوں، بلکہ برائے نام نہ ہوں یا صرف دو چار ہوں تب بھی غلبہ ان کو ملے گا کامیابی انھیں عطا ہوگی۔ تمکن فی الارض انھیں حاصل ہوگا زمین کے وارث اور استخلاف فی الارض کے حق دار یہی مخلص غیر لچکدار رویہ رکھنے والے مومنین ہوں گے اس کی مثال حضرت موسیٰؑ سے دی گئی ہے جو غلام قوم کے فرد تھے، محل میں پروان چڑھے تھے، ایک قبطی ان کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا لیکن ان کو اور ان کی قوم کو اللہ نے عروج دیا اسی طرح حضرات انبیاء نوحؑ، شعیبؑ، لوطؑ کی قوم ہے، حضرت لوطؑ کی قوم میں تو صرف ان کا ایک گھر حق پر قائم تھا اور آپ کی بیوی بھی قوم سے مل گئی تھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ ان سب واقعات کے باوجود انقلابی تحریکیں حبل اللہ کے بجائے حبل الناس کے ذریعے انقلاب امامت کا خواب کیوں دیکھ رہی ہیں۔ [۵۱] انقلاب کے لیے انقلاب برپا کرنے والوں کی طرف لوگوں کے دلوں کا مائل ہونا نہایت ضروری ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی **فاجعل افدِۃً من الناس تھوی الیھم** آپ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجیے یعنی لوگوں کے دلوں کو ہمارا مشتاق بنا دیجیے۔ انقلاب برپا کرنے کے لیے انقلابیوں کی طرف لوگوں کے دلوں کا مائل ہونا بہت ضروری ہے۔ کیا وجہ ہے کہ عہد حاضر کی انقلابی تحریکوں کی جانب لوگوں کے دل مائل نہیں ہیں اور انقلابیوں کے اہداف میں لوگوں کے دلوں کو مائل کرنے انھیں اپنا مشتاق بنانے کی کوئی تڑپ اور امنگ موجود تک نہیں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ عہد حاضر کی انقلابی تحریکوں کی جانب لوگوں کے دل مائل نہیں ہیں بلکہ انقلابیوں کے دل عوام کی طرف مائل ہیں وہ عوام کے مشتاق ہیں جو عوام چاہتے ہیں انقلابی وہی کر گزرتے ہیں، انقلابیوں کے ایجنڈے میں لوگوں کے دلوں کو مائل کرنے کی کوئی طلب، تڑپ، جستجو آرزو کوشش بھی نہیں ہے کیوں؟ [۵۲] قرآن نے بار بار مختلف زاویوں سے دنیا کی زندگی کو ایک گھڑی، ایک دن چند لمحات قرار دیا ہے۔ **مالبثوا غیر ساعۃٍ** اسلامی تحریکوں کی تمام تر سیاسی جدوجہد، ان کے دساتیر، منشور، ریلیاں جلسے جلوس دھرنے، کانفرنس، سیمینار، ٹینلٹ شو، بازار، میلے، ٹھیلے چوپالیں، بیٹھکیں، دنیا کی اس ایک دن کی زندگی میں حاصل ہونے والے اقتدار کے لیے مرتکز ہوگئی ہیں اور آخرت جو اصل زندگی ہے اس کی طرف لوگوں کو لانے، قائل کرنے، متوجہ کرنے کی ضرورت اور تحریک کم سے کم ہوتی جارہی ہے۔ کیا اسلامی انقلابی تحریکوں نے دنیا کی زندگی کو ہی اصل سمجھ لیا ہے یا پروٹسٹنٹ ازم کے فلسفے کو اختیار کر لیا ہے جس کے تحت بادشاہ ہی ظل الٰہی ہے کیوں کہ جو دنیا میں کامیاب ہے وہی آخرت میں بھی کامیاب ہے لہٰذا ان تحریکوں کی تمام تر جدوجہد، کوشش کا مرکزی ہدف کسی نہ کسی اقتدار کا حصول رہ گیا ہے یا کسی نہ کسی اقتدار سے وابستگی۔ [۵۳] قرآن نے کفر و اسلام میں فرق واضح کرنے کے لیے الاحزاب میں زبردست استدلال کیا ہے **ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ** اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے [آیت نمبر۴] اس استدلال سے یہ بات واضح کر دی گئی کہ اہل ایمان کے ساتھ اہل نفاق، مشرکین، کفار، اہل دنیا کے افکار کا میل جول نہیں ہوسکتا جس طرح ایک سینے میں ایک ہی دل ہوتا ہے اسی طرح ایک خدا ایک کتاب، ایک رسول پر ایمان لازمی ہوتا ہے کہ یہ سب دل کی مانند ضروری ہیں اور ان چیزوں کی موجودگی میں اگر کوئی بندہ مومن حکمت مصلحت مصالحت کے تحت طاغوت، کفر، شرک کے نظام سے اپنے اصولوں پر سودے بازی کرتا ہے تو وہ دراصل اہل حق اور اہل ایمان کے زمرے میں اپنے آپ کو رکھنے پر اصرار نہیں کرسکتا۔ عہد حاضر کی انقلابی تحریکیں اک شخص کے سینے میں دو بلکہ دو سے زیادہ دلوں کے ہونے کی مدعی ہیں کیا یہ بیانیہ درست ہے؟

[بقیہ سرورق کی پشت پر]